# کورٹ میرج

تحریر:
محمود مرزا جہلمی
چیف ایڈیٹر ہفت روزہ ”صدائے مسلم“ لاہور

کورٹ میرج یعنی عدالتی نکاح ایک ایسا المیہ ہے جسے معاشرتی اور اسلامی حوالے سے کبھی تسلیم نہیں کیا گیا۔ عائلی قوانین کی غیر اسلامی شقوں کی طرح، عدالتی نکاح بھی ہمیشہ متنازعہ رہا ہے مگر اس کی قانونی حیثیت ختم کرانے کیلئے اہلِ اسلام اور علمائے اسلام نے اِتنی بھی جدوجہد نہیں کی ہے جتنی سیکولر لابی نے ہر دور میں حقوق نسواں کے نام پر غیر اسلامی قوانین پاس کرانے کیلئے کی ہے۔ جس کی قریب ترین مثال مشرف کے دورِ سیاہ میں پاس ہونے والا وہ معصیت بل ہے جو سراسر غیر اسلامی ہے مگر جس کے اسلامی ہونے پر شوکت عزیز کا فتویٰ جاری ہوا اور جس کے اندر چیف صوفی چوہدری شجاعت حسین کو کوئی بھی چیز کتاب وسنت کے خلاف نظر نہیں آئی تھی یا انہوں نے شاید کبھی ان صحیفوں کو دیکھا ہی نہیں۔

اسلام آباد میں ایک میڈم اور جامعہ حفصہ کی طالبات کے درمیان جو معرکہ پڑا، اس میں میڈم کی فتح کے واسطے مشرف گورنمنٹ میں شامل اتحادیوں نے ظلم کے جو پہاڑ توڑے، وہ سیکولر لابی کی طاقت کا کافی ثبوت ہے۔ مشرف یہ سب کچھ کرتا رہا، مگر مذہبی قوتیں جو اس کے اقتدار میں شریک تھیں، اپنا دامن خون کے چھینٹوں سے بچانے کیلئے، اقتدار سے علیحدہ بھی نہ ہوسکیں۔

ہماری قسمت سوگئی کہ ہمارے مذہبی قائدین اپنے مسلکی اختلافات میں یہ بھی بھول گئے کہ اسلام وہابی، شیعہ، بریلوی یا دیوبندی نہ تھا بلکہ صرف اسلام تھا۔ وہ اتنا بھی نہ سوچ سکے کہ قانونِ اسلام کا اگر نفاذ ہوا تو اس میں یہ نہیں طے کیا جائے گا کہ نماز میں ہاتھ ناف کے نیچے، ناف سے اوپر باندھے جائیں یا بالکل باندھے ہی نہ جائیں بلکہ صرف صلوٰۃ کا قیام ہوگا۔ اس لئے وہ مسلکی تعصّبات سے بالاتر ہو کر غلبہ قانون اسلام اور نفاذ شریعت اسلام کیلئے کوئی متحدہ جدوجہد نہ کر سکے اور سیکولر لابی متحد ہو کر غیر اسلامی قوانین بنوانے میں کامیاب ہوتی رہی۔

رسول اللہ ﷺ نے ولی کی شراکت واجازت کے بغیر لڑکی کے نکاح کو باطل اور بدکاری کے برابر ٹھہرایا ہے یہ حکم بڑا صاف ہے۔ اس میں اگر مگر کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ اس میں اجتہاد کی ضرورت بھی نہیں کیونکہ

اس نکاح کو باطل اور بدکاری کے مساوی کہا گیا ہے۔ یہاں کوئی مجتہد کیا کرسکتا ہے۔ مجتہد حرام کو حلال اور مفتی حلال کو حرام تو نہیں کرسکتا۔ اس سلسلے میں جو ہونا چاہیے وہ یہی ہے (De Jure) مگر مجھے اس پر بھی کچھ کہنا ہے جو کچھ ہورہا ہے۔ (De Facto)

جس نبی پاک ﷺ نے اوپر والا حکم صادر فرمایا ہے، انہی نے یہ بھی حکم دیا تھا کہ ولی لڑکی کی رائے اس کے نکاح سے پہلے حاصل کرے۔ یہ دونوں حکم ایک ہی ہستی نے دیئے ہیں اور دونوں ہی واجب الاطاعت ہیں۔ بات یہ بنی کہ ولی، صرف اپنی رائے پر ہی، لڑکی کا نکاح نہیں کراسکتا بلکہ یہ رائے دینے یا اجازت دینے سے پہلے اسے لڑکی کی رائے اور اجازت لینا ضروری ہے۔ محصنہ اور لونڈی کے نکاح کے درمیان صرف یہی تو فرق ہے کہ اول الذکر سے قبل از نکاح مرضی معلوم کی جائے گی جبکہ لونڈی کا آقا اس کی مرضی معلوم کئے بغیر جہاں چاہے گا، اس کا نکاح کردے گا۔ لونڈی والا باب تو اب بظاہر بند ہوچکا ہے جبکہ محصنہ کی اجازت، رائے اور مرضی معلوم کرنا، ولی کیلئے ضروری ہے۔

این۔ جی۔ اوز غیر ملکی سرمائے پر چلتی ہیں لہٰذا وہ غیر ملکی معطیوں کے ایجنڈے پر کام کرتی ہیں۔ اسی طرح کچھ دانشوروں کا رزق روزی ڈالروں پر چلتا ہے۔ یہ لوگ جلی اور خفی طریق پر اسلامی معاشرت میں مغربی عریانی داخل کرتے ہیں بلکہ بعض تو اس حد تک دلیر ہیں کہ اپنے ہی ایٹم بم کے خلاف مظاہرہ بھی کرڈالتی ہیں مگر انہیں کوئی پوچھ نہیں سکتا۔ یہی این۔ جی۔ اوز وہ سہارے چلاتی ہیں جن کے دروازوں پر گھر سے بھاگنے والی لڑکیاں دستک دیتی ہیں اور یہیں سے انہیں وہ قانونی مدد اور راہنمائی حاصل ہوتی ہے جو کورٹ میرج پر منتج ہوتی ہے۔

والدین بھی بڑے بھولے بادشاہ ہیں وہ اپنی بیٹیوں کو تعلیم کے نام پر، معاشرتی تقریبات میں شمولیت کے نام پر، جدت پسندی اور ترقی پسندی کے نام پر جتنی آزادیاں دے دیتے ہیں، اسی کا آخری اثر وہ آزادی ہے جو لڑکی اپنی شادی کیلئے بروئے کار لاتی اور عدالتی نکاح کرلیتی ہے۔ سالگرہ، ختم، منگنی، گھڑولی، بارات اور ولیمہ کے موقع پر بن بیاہی لڑکیوں کو بیوٹی پارلرز سے تیاری کرکے آنے، مرد وزن کی مخلوط مجالس میں اٹھنے بیٹھنے، کزنوں اور بھائیوں کے دوستوں سے ہاتھ ملانے، ان کے موٹر بائیکس پر سوار ہوجانے، شاپنگ سینٹرز میں دن بھر قلانچیں بھرنے، بلو پرنٹ اور حیا سوز ڈرامے دیکھنے، اپنے ہم مکتب لڑکوں سے تعلیمی نوٹس لینے دینے کیلئے ٹیلی فونک رابطے رکھنے کی آزادی دینے کے بعد وہ کس خیر کی امید کرتے ہیں۔ ہم تعلیم پر کوئی قدغن لگانے کے حامی نہیں لیکن تعلیم صرف کو ایجوکیشن والے تعلیمی

اداروں میں ہی نہیں ملتی۔ تعلیم کیلئے سرکاری اور نجی ایسے ہزاروں تعلیمی ادارے موجود ہیں جو صرف خواتین کیلئے ہیں۔ مرد پیروں سے بیعت لینے، مرد اساتذہ سے تعلیم حاصل کرنے اور مرد معالجین سے علاج کرانے کی درجنوں غیر اسلامی آزادیاں دے کر اگر وہ یہ توقع رکھتے ہیں کہ یہ بی بیاں کوئی گل نہ کھلائیں گی تو یہ ان کی بھول ہے۔

اسلام جو آزادیٔ رائے، لڑکی کو اس کی شادی کے سلسلے میں دیتا ہے، وہ یہ نہیں کہ اسے وہ آزادی دے دی جائے جس میں وہ لڑکوں سے چھپ چھپ کر یاری لگائے اور ان سے ساتھ جینے مرنے کے عہدو پیمان باندھے اور ضرورت پڑنے پر اخلاقی پابندیوں کو یہ کہہ کر روند ڈالے کہ ظالم سماج دو چاہنے والوں کو ملنے سے روکتا ہے اس لئے اس کی رکاوٹوں کو توڑ دینا اپنی چاہت کو امر کر دینے کیلئے ضروری ہے۔

میرے مشاہدہ میں اس قسم کے کئی ناگفتنی واقعات ہیں اور جب ان کی تہہ میں جھانکنے کا موقع ملا تو ایک بات ضرور نکلی کہ لڑکی کی والدہ اس کے احوال سے آگاہ اور اگر اعانت جرم کی مرتکب نہ تھی تو کم از کم بیٹی کے جرم سے چشم پوشی سے کام لیتی رہی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ ادھر لڑکی گھر سے بھاگی اور والدین فوراً اغوا کنندہ کے گھر پہنچ گئے۔ ہیر رانجھا کے قصہ میں بھی یہی ہوا۔

ہیر کے چچا کیدو نے اس کے والد چوچک کو ہیر رانجھا کی محبت کے چرچے سے آگاہ کیا تو اس نے رانجھا کو چلتا کیا مگر پھر بلا لیا کیونکہ بھینسوں کو چرانے کا مسئلہ پیدا ہو گیا۔ میاں بیوی نے جو فیصلہ کیا، بزبان وارث شاہ۔

وارث شاہ اسیں جٹ سدا کھوٹے　　　　اک جٹکا نند بھی لا لیئے

"یعنی رانجھا کو سر دست بلا لیتے ہیں اور اگر ہیر اس سے ملتی ملاتی ہے تو پریشانی والی بات نہیں۔ جب کھیڑں کو بیاہ دینے کا وقت آیا تو رانجھا کو دھتکار دیں گے۔"

اگر ہیر کے والدین ہیر کو یہ موقع فراہم نہ کرتے بلکہ رانجھا سے اس کی ملاقات کے راستے اور موقع کا ملاً بند کر دیتے تو چوچک کی ذلت ورسوائی نہ ہوتی اور داستانِ ذلت کا شاہکار اصلی تے وڈی، ہیر جنم نہ لیتی۔

ہمیں ان بدنصیب باپوں، غیرت مند بھائیوں اور شریف خاندانوں سے ہمدردی ہے جن کے ہاں ایسی کلموہی بیٹیاں جنم لیتی ہیں جو اپنے نفس امارہ کی تسکین کیلئے ان کی عزت، غیرت، شرافت اور شہرت کو بٹہ لگا جاتی ہیں۔ ان کی ناک کاٹ جاتی ہیں لیکن اس کے ساتھ ہی ہم یہ ضرور کہیں گے کہ خود وہی تھے جنہوں نے بیٹیوں کو بے پردگی کی راہ پر چلایا تھا جس پر چلتے ہوئے وہ اتنی خودسر ہو گئیں کہ جاتے جاتے انہیں ہمیشہ ہمیشہ کیلئے معاشرے

میں سرنگوں کر گئیں۔ اسلام ہی وہ متوازن ضابطہ حیات پیش کرتا ہے جس پر چل کر لوگ اپنی ننگ وناموس اور ناک بچاسکتے ہیں والدین پہلے سوئے رہتے ہیں اور اس وقت جاگتے ہیں جب ان کی بیٹی ان کی قسمت کو سلا کر کورٹ میرج کر لیتی ہے۔ پھر جب یہ ہوتا ہے تو وہی والدین جنہوں نے بیٹیوں کو اسلامی پردے کا پابند نہیں کیا تھا، اسلام اسلام کی رٹ لگاتے اور کورٹ میرج کی شرعی حیثیت کو چیلنج کرنے کیلئے اس دلیل پر عدالت کا دروازہ کھٹکھٹاتے ہیں کہ ''ولی کے بغیر نکاح باطل ہے۔'' مفتیوں سے فتاویٰ لے کر عدالتوں میں پیش کرتے ہیں اسلام انہیں اب بہت اچھا لگتا ہے مگر یہی اسلام بیٹیوں کی تعلیم وتربیت اور ان کے پردہ وغیرہ سے خارج رہا۔

ہم ایسے والدین کو بھاری دل کے ساتھ مشورہ دیں گے جب لڑکی اس حد تک خودسر ہو جائے اور بغاوت پر اتر آئے کہ گھر سے نکل جانے پر تیار ہو تو وہ دور اندیشی سے کام لیا کریں، معاملہ کو افسانہ نہ بننے دیں۔ اپنی ناک بچائیں اور بطیب خاطر ان کا نکاح، جہاں وہ چاہتی ہوں کر دیا کریں۔ پر یا پنچایت یا عدالتی کاروائی کے نتیجے میں اگر ان کو بیٹی کا بازو واپس مل ہی جائے تو بھی داستانِ اغوا کی شرمناک تحریر ان کے دامن شہرت سے دھل نہ جائے گی خصوصاً جبکہ مغویہ، اغوا کنندہ کے ساتھ رہ چکی ہو یا عدالتی نکاح کے تحت خلوتِ صحیحہ واقع ہو چکی ہو۔ والدین بیٹیوں کی عصمت پر جانیں قربان کر دیتے ہیں مگر جب گوہر عصمت ہی لٹ گیا تو کیسی بیٹی اور کیسی غیرت؟ اسلئے ایسی کلموہی بیٹیوں کو غیرت کے نام پر قتل کر دینا بھی نری بیوقوفی ہے۔ کیونکہ قتل کر دینے سے بھی یہ داغ تو ان کے دامنِ عزت پر نسل در نسل باقی رہے گا۔ ہاں اگر ان کا جذبہ انتقام کسی طرح نہ ٹھنڈا ہوتا ہو تو ایسی ہونی شدنی بیٹی سے دائمی طور پر انقطاع کر لیا کریں۔ صبر ہی بہترین راہِ عمل ہے۔ البتہ یہاں سے سبق سیکھیں اور اپنے گھر کی مستورات پر اسلام کا پردہ نافذ کریں۔ صرف پردہ ہی ایک علاج ہے۔ یہی پردہ ان کی خاندانی غیرت، خاندانی نجابت و شرافت، شہرت ووجاہت کے تحفظ کی ضمانت دیتا ہے۔ تعلیم، کنیرڈ کالج سے ارے بھی ہو سکتی ہے۔ سکول کالج کی راہوں میں ان کی حفاظت والدین کا فرض ہے۔ موبائل فون انہیں نہ لے کر دیا کریں اور سماجی تقریبات میں جلوہ آرائی سے انہیں روکا کریں۔ کزن سب سے بڑا غیر محرم ہے۔ اس سے اپنی بیٹیوں کو پردہ کرایا کریں بھائیوں کے دوست گھروں میں آئیں تو ان کی خاطر تواضع مائیں خود کیا کریں اور بیٹیوں اور ان کے درمیان آہنی دیوار کھڑی کیا کریں۔ لڑکیوں کی بے راہروی میں والدین کی غیر ذمہ دارانہ روش پہلی کوتاہی ہے۔

عدالتی نکاح کی شرعی حیثیت متعین کرنا، رسول اللہ ﷺ کے فرامین کے ہوتے ہوئے بڑا ہی مشکل ہے

اور اسے معروف کے دائرہ میں لانا تقریباً ناممکن ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ پھر ایسی شادی اور اس سے آگے ہونے والی اولاد کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ اگر یہی مان لیا جائے کہ یہ بدکاری ہے اور ایسے جوڑے پر شرعی حد جاری ہونی چاہیے مگر وہ کونسی اتھارٹی ہوگی جو یہ حد جاری کرے گی کیونکہ ملکی قانون سنگساری یا درّہ زنی کی اجازت نہیں دیتا اور اسلام کی ایسی سزاؤں کو وحشیانہ کہا جاتا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ہمیں نفاذ شریعت اسلام کا مطالبہ کرنا چاہیے۔ یہ مطالبہ تو لاکھوں قراردادوں کی صورت میں کیا جا چکا ہے مگر کون سنتا ہے۔ اس کے بعد اس کیلئے جدوجہد کا راستہ ہے، مگر جنہیں یہ جدوجہد کرنا تھی، ان کا حال ہم پیچھے بیان کر آئے ہیں۔ پس دریں معروضی حالات ہمیں کیا کرنا چاہیے؟

یعنی مطالبہ کوئی مانتا نہیں۔ جدوجہد کوئی کرتا نہیں تو کیا ہمیں کچھ بھی نہیں کرنا چاہیے۔ نہیں، کچھ نہ کچھ تو کرنا چاہیے اور وہ ہے دعا۔ سردست میں ایک تجویز دے سکتا ہوں۔ یہ اجتہاد نہیں کہ میں مجتہد نہیں۔ مسئلہ کورٹ میرج کر لینے والے جوڑے کا نہیں، بلکہ ان کی اولاد کا ہے۔ اسلام میں حالتِ اضطرار، نظریہ ضرورت کے قریب ہے۔

اس سے کام لیتے ہوئے کورٹ میرج کو اضطراری حالت میں یہ کہہ دیں "ہے تو یہ معصیت پر نکاح جائز ہے۔" اس طرح وہ اولادیں تو جائز قرار پا جائیں گی جن کا اس جرم والدین میں کوئی ہاتھ نہیں ہوتا۔ وہ عدالتی افسر جس کے حکم سے یہ نکاح ہوگا، وہ بعد ولی متصور ہوگا۔ نکاح چونکہ اجلاس عام میں ہوا ہوگا اور چھپ کر نہیں ہوا ہوگا، اس لئے درست ہوگا۔ جن بیٹیوں کے کرتوت سے والدین کی پگڑی معاشرے میں اچھلتی ہے، وہ اس درد کو قومی درد میں ڈھال کر کمر بستہ ہو جائیں اور عائلی قوانین میں یہ شق شامل کرائیں: "نکاح وہ ہوتا ہے جو گھر کی چار دیواری کے اندر باپ، بھائی، چچا، ماموں کی ولایت میں ہو، کورٹ میرج حرام ہوگی۔ جب حرام ہوگی تو کوئی عدالت اس کا حکم نہ دے گی۔ یہ شق شرح وبسط کے عائلی قوانین میں شامل کرائی جائے اور جو کوئی اس سے ہٹ کر نکاح پڑھے گا، اس نکاح خوان اور ساتھ گواہان کے لئے کڑی سزا رکھی جائے۔"

یہ کارنمایاں تو ایک غیر مسلم نے سرانجام دیا تھا پر ہے قابل ذکر: (اگر کسی کو کسی مسلمان مرد کاری کا کوئی انقلابی کارنامہ معلوم ہو تو ہمیں ضرور آگاہ کرے) "کسی چھوٹے ہندو زمیندار کی زمین، شاہوکار نے اپنے سودی قرض کے بدلے قرق کرالی، اور وہ نان شبینہ کا محتاج ہوگیا۔ اس کا ایک بیٹا غربت وافلاس کی ذلت میں بڑا ہوا۔ اس کی نس نس میں یہ ستم سرایت کر گیا کہ اگر اس کے باپ کی زمین قرق نہ ہوتی تو اس پر یہ افتاد نہ پڑتی۔ چنانچہ اس بچے نے تنہا کمر ہمت باندھی اور کئی سال کی جدوجہد کے بعد یہ قانون پنجاب اسمبلی سے پاس کرانے میں کامیاب

ہوگیا کہ کسی کاشتکار کا باقی تو سب کچھ قرق ہوسکتا ہے مگر زمین اور آلاتِ کشاورزی قرق نہیں ہوسکتے۔ یہ شخص سر چھوٹو رام تھا۔ جو چھوٹو ہوکر بڑا کام کرگیا۔ وہ پنجاب کا وزیر مال تھا۔"

ایسے والدین رودھو کر چپ ہو جانے کی بجائے قومی درد میں ڈوب کر کورٹ میرج کے قانون کو منسوخ کرانے کیلئے جدوجہد کریں تو منزل کچھ زیادہ دور نہیں۔ تاہم یہ التماس ضروری ہے کہ وہ بھی پیسے لے کر نوعمر بیٹیوں کو بڈھے کھوسٹوں سے نہ بیاہ دیا کریں۔ اپنے گناہ معاف کرانے کیلئے بیٹیوں کو ونی کی رسم بد کی بھینٹ نہ چڑھا دیا کریں۔ اگر ان صورتوں میں بچی انکار کرے تو اسلام اسے اجازت دیتا ہے۔ اگر لڑکی اس وجہ سے انکار کردے کہ لڑکا نکما ہے۔ نکھٹو ہے۔ روٹی کمانے کی لیاقت نہیں رکھتا۔ کریہہ المنظر ہے جبکہ لڑکی خوبصورت ہے۔ لڑکا بے نماز یا بد عقیدہ اور لڑکی نمازی اور صحیح العقیدہ ہے تو یہ وجوہات معقول ہیں۔ اس لئے لڑکی کی رائے کا احترام لازم ہے اس کے اختلاف کو ناک کا مسئلہ بنالینا چاہیے۔ اگر لڑکی کی نظر میں کوئی رشتہ برادری یا گردوپیش میں ہو اور وہ والدین کی توجہ ادھر دلائے تو دیکھنا بھالنا ماں باپ کا فرض ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ لڑکی کی تجویز کو ضرور ٹھکرا ہی دیا جائے۔ اتنی آزادی تو اسلام دیتا ہے۔ ہم اسی بات کے حامی ہیں کہ لڑکیاں، اپنے مستقبل کے فیصلے اپنے پالنہار ماں باپ کے ہی سپرد کریں اور ان کے فیصلہ پر صاد کہیں اور نوے فی صد لڑکیاں یہی کرتی ہیں۔ لیکن یہ فیصلے بھی ہمیشہ ہی درست نہیں ثابت ہوتے کیونکہ والدین ہی اپنے ان دامادوں سے اپنی بیٹیوں کیلئے طلاق لیتے ہیں جوانہوں نے خود سہیڑے تھے۔ ہم کورٹ میرج کے سخت خلاف ہیں لیکن ہماری تمہاری ساری مخالفت کے باوجود یہ بجلی بن کر بسا اوقات مسلمان گھرانوں پر گرتی ہی رہتی ہے۔ یہ صاعقہ اثاث البیت کو تو نہیں جلاتی مگر خاندانوں کے سرمایہ عزت کو جلا کر خاکستر کرکے رکھ دیتی۔ یہ غیرت مند بھائیوں کی گردنیں جھکا دیتی ہے اور بڑے بڑے گردن کش، راٹھ اور مشہور و معروف باپوں کو منہ چھپانے پر مجبور کردیتی ہے۔ کاش! ہماری بیٹیاں ان مشرقی واسلامی روایت سے وابستہ نازک معاملات واحساسات کو سمجھیں وہ یہ ہرگز نہ کریں کہ اپنی خواہش نفس کو مطمئن کرنے کیلئے، کورٹ میرج کیلئے حریم پدر سے نکلیں اور اس کی اونچی حویلی کی دیواروں کو پیوند زمین کرجائیں کہ بعد میں والد اور بھائی ساری عمر اس ملبے پر بیٹھ کر ہاتھ ملتے رہیں اور اس کم بخت بیٹی کو کوستے رہیں جسے انہوں نے بڑے ناز ونعم سے پالا تھا مگر وہ اتنی بے حمیت نکلی کہ باپ کی محبت، پیاری ماں کی مامتا اور غیرت مند بھائیوں کی عصبیت وحمیت کا جنازہ نکال گئی۔

ہم اس بلائے ناگہانی کا تیر بہدف علاج بتا کر یہ تحریر ختم کرتے ہیں جو اسلام کا پردہ ہے۔